International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 01, Jan-Jun 2024
pp:357 - 373

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

اسلام میں مذہبی اسفار (ٹورازم) کا تصور اور ان کی اہمیت وافادیت: ایک تحقیقی مطالعہ

The Concept and Importance of Religious Tourism in Islam: A Research Study

Mashhood Ahmad
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore. (hmashood1998@gmail.com.)
Dr. Naseer Ahmad Akhtar
Professor, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore. (nasir.Akhtar@ais.uol.edu.pk)

Abstract

Islam endorses movement and continuity, attributing religious significance to travel. Since ancient times, humans have traveled, but Islam has imbued it with spiritual meaning. The Quran repeatedly encourages travel(سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ) for various purposes, including religious, spiritual, social, cultural, and economic. Special provisions for travelers emphasize its importance. Visiting sacred sites, particularly among Muslims, provides spiritual solace. The greatest religious journey in Islam is the Hajj, encompassing all acts of worship, directed towards Masjid al-Haram. The three mosques—Masjid al-Haram, Masjid al-Nabawi, and Masjid al-Aqsa—hold the highest significance, and traveling to these for worship is considered meritorious. Religious journeys in Islam are seen as means to acquire knowledge, divine closeness, spiritual growth, and purification from sins. Economic benefits are also acknowledged, emphasizing that travel serves multiple purposes in Islam. The primary goal remains worship, with economic and worldly benefits being secondary. Thus, travel in Islam is significant for its religious, economic, educational, cultural, and civilizational benefits.

Keywords: Religious Tourism, Hajj, Quranic Teachings, Spiritual Growth, Divine Closeness, Economic Benefits

تعارف موضوع

سفر تسلسل اور تحرکِ حیات کا مظہر ہے۔ انسانی معاشرے ازمنہ قدیم سے ہی سفر کی بناء پر تہذیبی و تمدنی ارتقاء پاتے رہے ہیں ورنہ جمود اور تعطل کا شکار ہوئے۔ سفری جمود انفرادی و اجتماعی سطح پر زوال کا سبب بنتا ہے۔ وہ تمام علوم جو کہ بنی آدم کی مشترکہ میراث ہیں، مثلاً علمِ جغرافیہ، علمِ بشریات، علمِ طب، علمِ نجوم، علمِ تاریخ، علمِ سیاسیات اور علمِ معاشیات وغیرہ، سفر،

مشاہدہ اور تحرک کے ہی مرہونِ منت ہیں۔ ابتدائی دور میں انسان چھوٹی قبیلوں کی شکل میں منظم ہوا، پھر کرہ ارض پر متنوع آبادیوں کی بنیاد پڑی اور آبادیوں کے گروہ وجود میں آنے کے بعد ایک انسانی معاشرہ کا روپ دھار گئے۔ گویا یہ معاشرہ ایک تہذیب اور ایک منفرد تمدن کا حامل ہوا۔ ناگہانی آفات، بہتر سہولیاتِ زندگی یا متنوع وجوہات کی بناء پر جب یہ معاشرتی انبوہ ایک جگہ سے دوسری جگہ عازمِ سفر ہوتے تو دراصل وہ ایک تہذیب و تمدن کو فروغ دے رہے تھے۔ مختلف نسلوں اور قومیتوں کے اختلاط سے مشترکہ انسانی سرمایہ وجود میں آتا رہا۔ چنانچہ یہ امرِ مسلمہ ہے کہ انسان دورِ حاضر میں ترقی کی جس معراج پر ہے وہ انسان کی جبلتِ سفر کا ہی ثمر ہے۔

اسلام ایک فطری و عالمگیر دین ہے جس نے انسانی جبلتوں اور عقول و طبائع کو مدِ نظر رکھا ہے۔ اسلام بامقصد سفر کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے بلکہ کئی صورتوں میں تو سفر کا حکم دیا گیا ہے۔ انسان سفر نہ کرے تو وہ یکسانیت کی وجہ سے بیزار ہو جاتا ہے اور جمود و تعطل کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ رب تعالیٰ نے انسان کی اس فطری جبلت کا لحاظ رکھتے ہوئے قرآن و حدیث میں کئی مقامات پر سفر سے متعلق احکامات بیان کیے ہیں۔ بلکہ اگر بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو مظاہرِ قدرت کے تکوینی نظام میں بھی سفر کا بنیادی اصول کارفرما نظر آتا ہے۔

اسفار: نصوصِ قرآنیہ کی روشنی میں

سفر و سیاحت کو اسلام نے بے حد اہمیت دی ہے۔ قرآن سفر و سیاحت کے معاملہ میں نصوص فراہم کرتا ہے۔ قرآن مجید میں 15 سے زائد مقامات پر سفر کا ذکر وارد ہوا ہے۔

﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾(1)

”کہہ دیجیے تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کیسے اُس نے پہلی بار پیدا کیا مخلوق کو پھر اللہ ہی پیدا کرے گا (اُس کو) دوسری بار پیدا کرنا بیشک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔“

رب تعالیٰ نے فطرتِ الٰہیہ کو مشاہداتی رنگ میں دیکھنے کا حکم دیا ہے۔ زمین میں سیاحت کے ذریعے قدرت کے آثار کا مشاہدہ انسان کو رب کی کمال قدرت کا احساس عطا کرتا ہے۔ ہر ذرے کے اندر موجود ایک سفر و تحرک کے نظام سے متعلق مولانا عبدالرحمن کیلانی رقم طراز ہیں کہ:

”اگر انسان کائنات کی دوسری اشیاء اور جمادات میں غور کرے تو اور بھی زیادہ ورطہ حیرت میں گم ہو جاتا ہے۔ ہر مادی چیز ان گنت چھوٹے چھوٹے ذرات سے مل کر بنی ہے۔ سب سے چھوٹا ذرہ جو انسان کے علم میں آیا ہے وہ ایٹم (Atom) ہے۔ جو انیسویں صدی تک جزو لایتجزیٰ سمجھا جاتا رہا۔ یعنی اتنا حقیر ذرہ جس کی مزید تقسیم ناممکن تھی۔ اور اسے صرف کسی طاقتور خوردبین کی مدد سے ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ مگر موجودہ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اس حقیر سے ذرے میں بھی ایک بڑا ہی

مضبوط نظام قائم ہے۔ اس میں الیکٹران (electron) بھی ہے اور پروٹون (Proton) بھی۔ اور دونوں بڑے منضبط طریقے سے اس حقیر سے ذرہ کے اندر اس طرح محو گردش ہیں جس طرح ہمارا نظام شمسی اور سورج کے گرد سیارے محو گردش ہیں۔ ان کو اپنا مفوضہ کام کرنے سے کوئی چیز بھی روک نہیں سکتی۔ نہ ہی یہ ایک دوسرے کے کام میں خلل اندازی کرتے ہیں۔"(2)

یعنی کائنات کا سب سے چھوٹا ذرہ "ایٹم" جس سے مل کر یہ نباتات، جمادات اور حتیٰ کہ انسان بنے ہیں، وہ بھی حرکت اور سفر کی بنا پر اپنا وجود برقرار رکھے ہوئے ہے۔ واضح الفاظ میں "سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ" کے حکم کا مقصد ہی یہ ہے کہ تحرک و سفر کی روح کائنات کی ہر شے میں کارفرما ہے۔ سفر معرفتِ الٰہی کا بہترین وسیلہ ہے۔ جمود و تعطل کا شکار ہو جانا اور سفر کو ترک کر دینا، اپنی عقول اور بصیرت کو زنگ لگانے کے مترادف ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾(3)

"سو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ ان کے دل ایسے ہوتے جن سے یہ سمجھتے یا ان کے کان ایسے ہوتے جن سے یہ غور سے سنتے! پس حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔"

سفر کی تلقین اس لیے بھی کی گئی ہے کہ انسان گذشتہ اقوام کے حالات اور ان کے تہذیب و تمدن کو دیکھ کر بھی عقل و دانش اور نصیحت و عبرت حاصل کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ (4)

"آپ کہیے کہ تم زمین میں سفر کرو پھر دیکھو کہ مجرموں کا کیسا انجام ہوا۔"

یہ آیت اپنے معنیٰ و مفہوم میں اتنی اہمیت کی حامل ہے کہ دوسرے مقامات پر بھی بعینہ یا کچھ تغیر کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔(5) سورہ الروم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾(6)

"کیا یہ لوگ زمین میں گھومے پھرے نہیں کہ وہ دیکھتے کہ کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے وہ قوت میں ان سے کہیں زیادہ تھے اور انہوں نے زمین کو کاشت کیا اور اسے آباد کیا اس سے کہیں بڑھ کر جو (آج) انہوں نے آباد کیا اور ان کے پاس بھی ان کے رسول آئے تھے کھلی نشانیاں لے کر سو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں تھا' بلکہ انہوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔"

سیاحت کو لہو و لعب اور وقت گزاری کی بجائے اگر حصولِ علم و پند و نصائح کے لیے لیا جائے تو عین عبادت ہے۔ مولانا عبد

الماجد دریا آبادی فرماتے ہیں:

"چنانچہ جغرافیہ، تاریخ، اثریات (آرکیالوجی) کا علم اگر محض علم وفن کی حیثیت سے نہیں بلکہ عبرت پذیری کی غرض سے بھی پڑھا جائے تو داخلِ عبادت ہے۔"[7]

یہ علوم سفر ومشاہدہ کے متقاضی ہیں اور سیاحت کو فروغ دیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سفر اور سیاحت کا ذکر قرآن میں نعمت کے طور پر کیا ہے، جن سے واضح ہوتا ہے کہ بغرضِ تجارت کیا جانے والا سفر وسیاحت نفع وبرکت کا سبب ہے۔

﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَ اَيَّامًا اٰمِنِيْنَ﴾[8]

”اور ہم نے اہل سبا اور ان بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، بڑی نمایاں بستیاں بسادی تھیں اور ان میں سفر کے لیے خاص فاصلہ مقرر کر رکھا تھا کہ تم لوگ ان میں کئی کئی رات اور دن امن سے سفر کرو۔“

قریش کے تجارتی اسفار جن پر ان کی بقا کا دارومدار تھا وہ رب تعالیٰ کی خاص نعمت تھے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے اس انعام کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے:

﴿لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ۔ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ۔ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ۔ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ذ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾[9]

”قریش کے مانوس ہونے کی بناء پر۔ ان کو الفت دلانے کیلئے سردی اور گرمی کے سفر پر۔ تو چاہیے کہ وہ عبادت کریں اس گھر کے رب کی۔ جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانا دیا اور انہیں خوف سے بچا کر امن دیا۔“

علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿كَانُوا يَأْلَفُونَهُ مِنَ الرِّحْلَةِ فِي الشِّتَاءِ إِلَى الْيَمَنِ وَفِي الصَّيْفِ إِلَى الشَّامِ فِي الْمَتَاجِرِ وَغَيْرِ ذَلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُونَ إِلَى بَلَدِهِمْ آمِنِينَ فِي أَسْفَارِهِمْ لِعَظَمَتِهِمْ عِنْدَ النَّاسِ لِكَوْنِهِمْ سُكَّانَ حَرَمِ اللَّهِ﴾[10]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ عرب کے لوگ سردیوں میں یمن اور گرمیوں میں شام کی طرف تجارت کے لیے جاتے تھے۔ قریشی جاڑوں اور گرمیوں میں دور دراز کے سفر امن وامان سے طے کر سکتے تھے کیونکہ مکہ مکرمہ جیسے محترم شہر میں رہنے کی وجہ سے ہر جگہ ان کی عزت افزائی ہوتی تھی بلکہ ان کے ساتھ بھی جو ہوتا تھا امن وامان سے سفر طے کر لیتا تھا۔ اسی طرح وطن سے دور دراز شہروں میں بھی ہر طرح کا امن انہیں حاصل تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ قریش میں باقاعدہ ان اسفار کا ذکر کر کے اس احسان ونعمت کا ذکر کیا ہے جو قریش کو خانہ کعبہ کا متولی ہونے کی بناء پر حاصل تھی۔ یہ دلالت کرتا ہے کہ اسفار

اگر معاشی مقاصد کے لیے ہوں تو بھی وہ فضل الٰہی ہیں۔ اور شکر کے طور پر انسان کو رب تعالیٰ کی بندگی کرنی چاہیے۔ نیز اس سے اسفار کی افادیت بھی واضح ہوتی ہے۔

احادیثِ نبویہ ﷺ میں مذکور اسفار

سیرتِ نبوی ﷺ میں مذہبی، علمی، عسکری، معاشی اور دیگر نوعیت کے متعدد اسفار کا ذکر ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں متنوع اسفار پر تشریف لے گئے اور اپنے صحابہ کرامؓ کو بھی متعدد اسفار اور سریہ وغیرہ کے لیے روانہ فرمایا۔ آپ ﷺ کی بیش بہا احادیثِ مبارکہ میں اسفار کا ذکر مذکور ہے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ:

كَانَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى بَعِيرِهِ خَارِجًا إِلَى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ[11] اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى، اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا، اللَّهُمَّ اطْوِ لَنَا الْبُعْدَ، اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ، وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيهِنَّ 'آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ'[12]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر جانے کے لیے جب اپنے اونٹ پر تشریف فرما ہو جاتے تو تین بار اللہ اکبر فرماتے، پھر یہ دعا پڑھتے:

"سبحان الذي سخر لنا هذا وما كنا له مقرنين * وإنا إلى ربنا لمنقلبون ـ اللهم إني أسألك في سفرنا هذا البر والتقوى ومن العمل ما ترضى اللهم هون علينا سفرنا هذا اللهم اطو لنا البعد اللهم أنت الصاحب في السفر والخليفة في الأهل والمال"

"پاک ہے وہ اللہ جس نے اس (سواری) کو ہمارے تابع کر دیا جب کہ ہم اس کو قابو میں لانے والے نہیں تھے، اور ہمیں اپنے رب ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے، اے اللہ! میں اپنے اس سفر میں تجھ سے نیکی اور تقویٰ اور پسندیدہ اعمال کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! ہمارے اس سفر کو ہمارے لیے آسان فرما دے، اے اللہ! ہمارے لیے مسافت کو لپیٹ دے، اے اللہ! تو ہی رفیق سفر ہے، اور تو ہی اہل و عیال اور مال میں میرا قائم مقام ہے

"اور جب سفر سے واپس لوٹتے تو مذکورہ دعا پڑھتے اور اس میں اتنا اضافہ کرتے: ﴿"آیبون تائبون عابدون لربنا حامدون"﴾ "ہم امن و سلامتی کے ساتھ سفر سے لوٹنے والے، اپنے رب سے توبہ کرنے والے، اس کی عبادت اور حمد و ثنا کرنے والے ہیں"

اس حدیث سے مزید واضح ہوتا ہے انسان کو سفر و حضر کسی بھی حالت میں اپنے رب کا ذکر کرتے رہنا چاہیے۔ رسول

اللہ ﷺ کی اسفار سے متعلق بیان کی گئی دعائیں احادیث میں ذکر کی گئی ہیں جن سے سفر اور حالتِ سفر میں دعا کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک مثبت مقصد کے لیے کیے جانے والے سفر کی حالت اتنی متبرک ہوتی ہے کہ اس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ روایت ہے

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ ﴾"(13)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” : تین طرح کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا، اور باپ کی اپنے بیٹے کے حق میں دعا“

اسفار انسان کی حاجات کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ یہ متنوع مقاصد کے لیے کیے جاتے ہیں، مثلاً معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے، عزیز واقارب سے صلہ رحمی کے فروغ کے لیے، علم کے حصول کے لیے، دینی تعلیم کی اشاعت و تبلیغ کے لیے وغیرہ۔ ان تمام میں اہم ترین سفر مذہبی اسفار ہیں جو کہ انسان کو روحانی تسکین اور تربیت فراہم کرتے ہیں۔ بیت اللہ شریف اہلِ اسلام کا مرکز ہے جس کی جانب سفر کرنا اپنی ذات میں افضلیت وبلند شان کا حامل ہے۔

مذہبی اسفار کی مشروعیت

متبرک مقامات، مقدس شخصیات کی زیارت اور دیگر دینی ورفاہی مقاصد کی غرض سے سفر کرنا ابتدائے اسلام سے ہی مسلمانوں کے لیے روحانی نشوونما، قلبی راحت اور رسول اللہ کی زیارت وحصولِ علم کا باعث رہا ہے۔ قرآن وحدیث کی نصوص نہ صرف اسفار کی اہمیت واضح کرتی ہیں بلکہ مذہبی اسفار کی مشروعیت کے حوالہ سے بھی دلائل فراہم کرتی ہیں۔

1. کسی بھی بلاد یا مقام کی تقدیس اس کی طرف سفر کی مشروعیت کو مباح عمل بناتی ہے۔ مقصد واجب ہو، تو اس کے حصول کے لیے سفر بھی واجب ہو گا۔ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ﴾(14)

”اے میری قوم کے لوگو! اب داخل ہو جاؤ اس ارض مقدس (فلسطین) میں جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور اپنی پیٹھوں کے بَل واپس نہ پھرنا (اگر ایسا کرو گے) تو ناکام ونامراد پلٹو گے۔“

رب تعالیٰ نے خصوصاً "الارض المقدسہ "کا نام لے کر اس میں دخول کا حکم دیا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ علاقہ کون سا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ مقدس ارض کی طرف سفر کا حکم دے رہا ہے جو بذاتِ خود نہ صرف اسے مشروع ظاہر کرتا ہے بلکہ یہ امر کو وجوب ہے۔ الامر للوجوب کے مطابق سفر کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ اسی لیے اس سفر کے انکار پر سزا کی وعید کا ذکر ہے۔

2. متعدد آیاتِ قرآنیہ مختلف اسالیب میں حضرت موسیٰؑ کے کوہِ طور کی جانب سفر کی تفصیل بیان کرتی ہیں۔اسی سفر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ۔ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَا الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓي اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾[15]

"توجب موسیٰ (علیہ السلام) نے وہ مدت پوری کر دی اور وہ اپنے گھر والوں کو لے کر چلا تو اس نے طور پہاڑ کے ایک جانب ایک آگ دیکھی اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم لوگ (یہیں) ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے 'شاید میں وہاں سے تمہارے لیے کوئی خبر لے آؤں یا اس آگ سے کوئی انگارا (ہی لے آؤں) تاکہ تم تاپ سکو۔ توجب وہ وہاں پہنچا تو اسے ندا دی گئی وادی کے دائیں کنارے سے 'بابرکت جگہ میں ایک درخت سے کہ اے موسیٰؑ! میں ہی اللہ ہوں 'تمام جہانوں کا پروردگار"

قرآن میں ایک اور مقام پر اس سفر کا ذکر یوں وارد ہوا ہے:

﴿وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى۔ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَي النَّارِ هُدًى۔ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى۔ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾[16]

"اور کیا تمہیں موسیٰ کی خبر بھی پہنچی ہے؟ جب انہوں نے ایک آگ دیکھی، اور اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید میں (وہاں جاکر) اس میں سے تمہارے لئے کوئی انگارا لے آؤں، یا مجھے اس آگ پر (راستے سے متعلق) کوئی راہنمائی ہی مل جائے، پھر جب وہ وہاں پہنچ گئے تو انھیں آواز دی گئی اے موسیٰ، میں تو تمہارا رب ہوں، پس تم اپنے جوتے اتار دو، کیونکہ تم تو ایک پاک وادی یعنی طویٰ میں ہو۔"

مندرجہ بالا آیات میں حضرت موسیٰؑ کے سفر کی روداد بیان کرتے ہوئے مقدس مقامات کا ذکر رب تعالیٰ نے "البقعة المبارکۃ" اور "الواد المقدس" کے الفاظ سے کیا ہے، جو کہ اس امر پر دال ہیں کہ حصولِ برکت و سعادت کے لیے مقدس علامتی مقامات کی جانب مذہبی سفر جائز و مباح ہے۔

3. مذہبی اسفار کے جواز میں ایک اہم دلیل رسول اللہ ﷺ کا سفر معراج ہے۔ سورہ اسریٰ کے آغاز میں ارشاد ہے

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾(17)

"پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تا کہ دکھلائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔"

یعنی اس سفر میں رسول کریم ﷺ کو امر الہیٰ کے مطابق اولاً مکہ سے بیت المقدس لے جایا گیا اور پھر آپ ﷺ نے بیت المقدس سے عرشِ الہیٰ کا سفر کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسجدِ اقصیٰ اور اس کے جوار کو بابرکت بنایا۔ چنانچہ آیت ہذا مقدس مقامات اور علاقوں کی زیارت کے لیے سفر کو قابلِ مدح اور باعثِ برکت قرار دیتی ہے کیونکہ خود نبی کریم ﷺ کو ربِ کائنات نے یہ سفر کروایا۔

سفر 'حج' کی اہمیت و عمومی افادیت

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے چنانچہ ایک مکمل نظامِ عبادات بھی ارکانِ اسلام کی صورت میں عطا فرماتا ہے۔ نماز ظاہری بدنی اعضاء کی عبادت ہے، روزہ باطنی بدنی اعضاء کی عبادت ہے، حج ان تمام عبادات کا مجموعہ ہے لیکن اگر منظرِ عمیق اس کے مناسک کا مشاہدہ کیا جائے، تو واضح ہوتا ہے کہ اس کی اصل "سفر" ہی ہے۔ حج شریعتِ اسلامیہ میں وہ سفر ہے جو دنیاوی مقاصد کی بجائے خالصتاً رضائے خداوندی کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے اور خاص مناسک کے ساتھ یہ عظیم الشان عبادت کی جاتی ہے۔ حج کی فرضیت کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَي النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾(18)

"اور اللہ کیلئے لوگوں کے ذمے ہے بیت اللہ کا حج کرنا جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے اور جو نہ مانے تو بے شک اللہ تعالی تمام جہان والوں سے غنی ہے۔"

اسی طرح سورہ بقرہ میں بھی تفصیلاً حج سے متعلق احکام بیان کیے گئے ہیں۔(19) سفرِ حج اسلام کا عظیم الشان مذہبی سفر ہے جو کہ تمام اہلِ اسلام کے سال کے معینہ دنوں میں حرم کی مکی جانب کرتے ہیں اور پھر مختلف قومیتوں اور رنگ و نسل کے حامل لوگ یہ عبادت یکساں طور پر بیک وقت ادا کرتے ہیں۔ مذہبی اسفار کا بنیادی مقصد اپنے رب اور رب کے بندوں سے قلبی تعلق یہاں ﷺ صحیح معنوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

اسلام کے دیگر مذہبی مقامات اور اسفار

اسلام کے مذہبی اسفار محض حج تک ہی محدود نہیں بلکہ شہر رسول ﷺ مدینہ سے بھی اہلِ اسلام کا روحانی تعلق ہے۔ نیز مسلمانوں کی کثیر تعداد مسجدِ اقصیٰ کا رخ بھی کرتی ہے، اسی طرح مسجدِ قبا، جامع مسجد دمشق وغیرہ کی طرف سفر بھی مسلمانوں

کے لیے اہمیت کا حامل ہے۔ یہ مساجد اسلام کے قلعے ہیں۔ اسلام میں تین مساجد کو بلند ترین مقام حاصل ہے اور مسلمانوں کی مذہبی سیاحت میں یہ مساجد اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ روایت ہے کہ

﴿عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ، مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هَذَا، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى﴾[20]

”ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا“: تین مساجد کے سوا کسی اور جگہ کے لیے سفر نہ کیا جائے، ۱-مسجد الحرام کے لیے، ۲-میری اس مسجد (مسجد نبوی) کے لیے، ۳-مسجد الاقصیٰ کے لیے“

اس حدیث کی رو سے مسلمانوں کا تین مقامات کی طرف سفر کرنا باعثِ ثواب ہے۔

مسجد حرام: روئے زمین پر اولین عبادت گاہ: تین مقامات میں سے اہم ترین اور اسلام کا مرکز "مسجدِ حرام" ہے، جس کی طرف سفر حج[21] کیا جاتا ہے۔ مسجدِ حرام مکہ شہر میں واقع ہے، اور اس شہر کو خانہ کعبہ کے سبب مسلمانوں کے مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔ مسجدِ حرام میں خانہ کعبہ کے بارے قرآن میں ارشاد ہے

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾[22]

”بے شک پہلا گھر (جو) لوگوں کے لیے بنایا گیا یقیناوہی ہے جو مکہ میں ہے، وہ برکت دیا گیا ہے اور باعث ہدایت ہے تمام جہان والوں کے لیے۔“

مذکورہ آیت میں پوری دنیا کے مکانات یہاں تک کہ تمام مساجد کے مقابلہ میں بیت اللہ (کعبہ) کے شرف اور فضیلت کا بیان ہے، اور یہ شرف اور فضیلت کئی وجہ سے ہے اول اس لیے کہ وہ دنیا کی تمام عبادت گاہوں میں سب سے پہلی عبادت گاہ ہے دوسرے یہ کہ وہ برکت والا ہے، تیسرے یہ کہ وہ پورے جہان کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ ہے۔

یہود مسجدِ حرام پر مسجدِ اقصیٰ کو فوقیت دیا کرتے تھے۔ جبکہ اسلام میں اولین مقام مسجدِ حرام کا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نقل کرتے ہیں کہ

((عَن ابْن جريج قَالَ: أَن الْيَهُود قَالَت: بَيت الْمُقَدّس أعظم من الْكَعْبَة لِأَنَّهَا مهَاجر الْأَنْبِيَاء وَلِأَنَّهُ فِي الأَرْض المقدسة۔فَقَالَ الْمُسلمُونَ: بل الْكَعْبَة أعظم۔فَبلغ ذَلِك النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم۔فَنزلت {إِن أول بَيت وضع للنَّاس للَّذي ببكة مُبَارَكًا} إِلَى قَوْله {فِيهِ آيَات بَيِّنَات مقَام إِبْرَاهِيم} وَلَيْسَ ذَلِك فِي بَيت الْمُقَدّس {وَمن دخله كَانَ آمنا} وَلَيْسَ ذَلِك فِي بَيت الْمُقَدّس {وَللَّه على النَّاس حجُّ الْبَيْت} وَلَيْسَ ذَلِك لبيت الْمُقَدّس))[23]

"ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یہودیوں نے کہا بیت المقدس بڑی عظمت والا ہے کعبہ سے اس لیے کہ یہ انبیاء کی ہجرت گاہ ہے اور اس لیے کہ یہ مقدس سرزمین میں ہے۔ مسلمانوں نے کہا کعبہ زیادہ عظمت والا ہے یہ بات نبی اکرم ﷺ کو پہنچی تو یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "إن أول بيت وضع للنّاس للّذي ببكة مُبارَكًا" سے لے کر "فيهِ آيات بيّنات مقام إبراهيم" تک بیت المقدس میں مقام ابراہیم نہیں ہے پھر فرمایا "ومن دخله كَانَ آمنا "(جو شخص اس میں داخل ہو تو امن والا ہو گا) اور یہ بات بیت المقدس میں نہیں ہے (پھر فرمایا) لفظ آیت "ولله على النّاس حجّ البيت" اور یہ بات بیت المقدس میں نہیں ہے۔"

احادیث سے بھی اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ مسجدِ حرام مسجدِ اقصیٰ سے قبل تعمیر کی گئی تھی۔ ابوذرؓ سے روایت ہے کہ

(("قُلْتُ: " يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلُ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى، قُلْتُ: كَمْ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ سَنَةً، وَ أَيْنَمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ، فَصَلِّ، فَهُوَ مَسْجِدٌ "، وَفِي حَدِيثِ أَبِي كَامِلٍ: ثُمَّ حَيْثُمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ، فَصَلِّهْ، فَإِنَّهُ مَسْجِدٌ.))[24]

"میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سی مسجد جو زمین میں بنائی گئی پہلی ہے؟ آپ نے فرمایا" :مسجد حرام۔ "میں نے پوچھا: پھر کون سی؟ فرمایا" :مسجد اقصیٰ۔ "میں نے پوچھا: دونوں (کی تعمیر) کے مابین کتنا زمانہ تھا؟ آپ نے فرمایا" :چالیس برس۔ اور جہاں بھی تمہارے لیے نماز کا وقت ہو جائے، نماز پڑھ لو، وہی (جگہ) مسجد ہے۔ "ابو کامل کی حدیث میں ہے" : پھر جہاں بھی تمہاری نماز کا وقت ہو جائے، اسے پڑھ لو، بلاشبہ وہی جگہ مسجد ہے۔"

معراج: تاریخی و مذہبی سفر

ان دونوں مساجد میں عبادت کی نیت سے سفر کرنا جائز اور پسندیدہ امر ہے۔ نبی کریم ﷺ کا متبرک سفر معراج بھی مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کی جانب تھا۔ یہ تاریخ کا اہم ترین مذہبی سفر تھا جس پر ربِ کائنات اپنے نبی ﷺ کو لے گیا۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾[25]

"پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کرایا جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی آیات دکھائیں، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔"

مسجدِ اقصیٰ: برکت وفضیلت

مسجدِ اقصیٰ روئے زمین کی متبرک ترین مساجد میں سے ہے۔ جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو لے کر گیا۔ چنانچہ جو شخص مسجدِ اقصیٰ کی طرف سفر کرتا ہے وہ رسول ﷺ کی پیروی کرتا ہے۔ مندرجہ بالا آیت کی رو سے مسجد اقصیٰ کے آس پاس اور اس کے گردو پیش یعنی ارض فلسطین کو مادی اور روحانی دونوں ہی طرح کی نعمتوں سے بطور خاص نوازا گیا ہے، چنانچہ اسکی مادی اور ظاہری خیرات وبرکات کی عظمت شان کا حال یہ ہے کہ قدیم صحیفوں میں اس کو "اَرْضُ الْعَسَلِ واللّبن"[26](Land of flowing Honey and Milk)یعنی شہد اور دودھ کی سرزمین کہا گیا ہے۔ جو اسکی انتہائی زرخیزی کی تعبیر ہے۔ اور اسکی روحانی خیرات وبرکات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جتنے انبیاء کرام کا مولد ومدفن ہونے کا شرف و اعزاز اس سرزمین کو حاصل ہوا ہے۔ وہ پوری روئے زمین پر اس کے سوا اور کسی بھی بقعہ ارض کو حاصل نہیں ہوا۔

مسجدِ نبوی

مسجدِ نبوی اسلام کی مقدس مساجد میں ایک ہے۔ اس مسجد کو رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہونے کی بناء پر متبرک مرتبہ حاصل ہے۔ مسجدِ نبوی اور شہرِ مدینہ کی فضیلت کئی نصوص سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

((الْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، لَا يَدَعُهَا أَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا))[27]

"اگر یہ لوگ جان لیں تو مدینہ ان کے لیے سب سے بہتر جگہ ہے۔ کوئی بھی آدمی اس سے بے رغبتی کرتے ہوئے اسے چھوڑ کر نہیں جاتا۔"

مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے کا اجر باقی مساجد میں (مسجدِ حرام کے سوا) نماز پڑھنے سے ایک ہزار گنا زیادہ ہے۔ روایت ہے

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ، إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ))،[28]

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں نماز مسجد الحرام کے سوا تمام مسجدوں میں نماز سے ایک ہزار درجہ زیادہ افضل ہے۔"

مسجد نبوی ﷺ کی طرف عبادت کی نیت سے سفر کرنا باعثِ ثواب ہے۔ مدینہ کو بھی احادیث میں "حرم" قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مدینہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: إنها حرمٌ آمِنٌ))[29] "یہ امن والا حرم ہے۔ مدینہ میں مسجدِ نبوی تمام زائرین کا مرقع رہتی ہے۔ علاوہ ازیں مسجدِ قبا، بقیع، الغرقد، شہداء احد اور دیگر کئی مقامات بھی مسلمانوں کے لیے مقدس مذہبی مقامات میں شامل ہیں۔ لیکن تین مساجد مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ اسلام میں متبرک ترین مقامات ہیں اور دنیا کے مسلمانوں کے لیے بابرکت اور ہدایت و رہنمائی کا باعث ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر سال کروڑوں مسلمان حج اور عمرہ کے لیے مسجدِ حرام کا سفر کرتے ہیں تو مسجدِ نبوی کی زیارت کے لیے بھی جاتے ہیں۔ مسجدِ اقصیٰ بھی

صدیوں سے مسلمانوں کے لیے متبرک مقام کی حیثیت رکھتی ہے اور مقیم و مسافر تمام مسلمان اس میں عبادت کے لیے سفر کو خوش نصیبی گردانتے ہیں۔

مذہبی اسفار اور معیشت کا باہمی ربط وافادیت

انسانی حیات کا دارو مدار تمدنی ارتقاء اور مادی ضروریات کی تکمیل پر ہے۔ عہدِ قدیم سے انسان اپنی بقاء وضروریات کی تکمیل کے لیے سفر کرتا آیا ہے اور آج بھی یہ عام تاثر ہے۔ مذہبی اسفار انسان کی روحانی ارتقاء کی تکمیل کرتے ہیں اور معاشی اسفار انسان کو مادی حاجات کی فراہمی کا سبب بنتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مذہبی اسفار سے روحانی مقاصد کے ساتھ ساتھ دنیاوی مقاصد کا حصول یا معاشی فوائد حاصل کرنا جائز ہے؟

مذہبی اسفار سے معاشی افادیت کے حصول کا جواز متعدد نصوص سے ملتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی سفر اور تلاشِ رزق کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کیا گیا ہے۔

﴿وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (30)

"اور کچھ دوسرے اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کرتے ہوں گے۔"

سورہ جمعہ میں خصوصاً عبادت و معیشت سے متعلق اہم احکامات عطا کیے گئے کہ جب اذان دی جائے تو کاروبار کو چھوڑ کر خدا کی عبادت کی طرف بھاگا جائے، جب نماز ادا ہو چکے تو باقاعدہ حکم دیا گیا کہ زمین میں پھیل کر خدا کا فضل تلاش کیا جائے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (31)

"اے وہ لوگوں! جو ایمان لائے ہو جب اذان دی جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن تو تم دوڑ پڑا کرو اللہ کے ذکر کی طرف اور چھوڑ دیا کرو تم خرید و فروخت (اور ہر طرح کے کاروبار) کو یہ تمہارے لئے کہیں زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب جمعہ کی نماز ہو چکے تو تم کو اختیار ہے اپنے اپنے کاموں کے لئے زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل روزی تلاش کرو اور جہاں رہو اللہ کی یاد بہت کرتے رہو اس لئے کہ تم مراد کو پہنچو۔"

مذکورہ آیات مذہب و معاش سے متعلق اہم اصول عطا کرتی ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک مدینہ منورہ کا ایک تجارتی قافلہ آپہنچا تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ اس کی طرف دوڑے یہاں تک کہ ان میں صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے۔ میں، ابو بکر اور عمرؓ ان میں سے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (32)

ان آیات میں عبادتِ الٰہی کو چھوڑ کر دنیاوی امور کی طرف رجوع کرنے پر سرزنش کی گئی ہے۔ پھر اس کے بعد ہی یہ تلقین کی گئی ہے کہ جب نماز سے ادا ہو جائے تو زمین میں اللہ کا فضل یعنی رزق تلاش کرنے کے لیے سفر کرو۔ آیاتِ ہٰذا سے درج ذیل امور معلوم ہوتے ہیں:

- تجارتی و معاشی اغراض سے بھی مدینہ کی جانب سفر کا جواز ہے کیونکہ قافلہ اسی غرض سے مدینہ آیا تھا اور اس پر کوئی تادیب و نکیر نہ کی گئی۔
- اجازت دی گئی ہے فرض عبادات کی ادائیگی کے بعد اپنی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لیے زمین میں پھیل جائیں۔" فَانْتَشِرُوْا" (پھیل جاؤ) کا لفظ سفر پر بذاتِ خود دلالت کرتا ہے۔ یہ حکم مطلق تھا یعنی مدینہ و دیگر بلاد کی تخصیص نہ تھی۔ یعنی کہ مقدس مقامات ہوں یا عمومی، تجارتی اسفار کا جواز ملتا ہے۔

﴿"لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ"﴾[33]

"کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا پھر جب طواف کے لئے لوٹو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر الحرام کے اور اس کو یاد کرو جس طرح تم کو سکھلایا اور بیشک تم اس سے پہلے ناواقف تھے۔"

قبل از اسلام ایامِ حج میں مکہ کے قرب و جوار میں تین بازار لگا کرتے تھے۔ ان بازاروں میں تجارت کے ذریعے اکثر افراد کا سال بھر کا گذران نکل آتا تھا۔ اکثر تماشے اور نمائشیں بھی ہوتے تھے۔ اسلام کی آمد کے بعد لوگوں کو تردد ہوا کہ اس تجارت کی وجہ سے حج کی ادائیگی و ثواب میں خلل نہ ہو۔ چنانچہ تاجروں کو اکثر کہا جانے لگا کہ ان کا حج دنیاوی مقاصد کے لیے ہے اور اس کی حیثیت نہیں۔ اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر تردد کو رفع کر دیا۔

ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت نقل فرماتے ہیں:

﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَتْ عُكَاظٌ وَمَجَنَّةُ وذو المجاز أسوا اقا في الجاهلية، فتأثموا أن يتجروا في الموسم، فَنَزَلَتْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ﴾[34]

"ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عکاظ مجنہ، اور ذوالمجاز عہد جاہلیت کے بازار تھے۔ جب اسلام آیا تو مسلمان (خرید و فروخت کے لیے حج کے موسم میں ان بازاروں میں جانا) گناہ سمجھنے لگے۔ اس لیے یہ آیت نازل ہوئی "تمہارے لیے اس میں کوئی حرج نہیں اگر تم اپنے رب کے فضل (رزق حلال) کی تلاش کرو حج کے موسم میں۔"

اس آیت کے نزول کے ساتھ ہی مذہبی سفر "حج" کے ساتھ "تجارت" بھی حدودِ حرم میں جائز قرار دے دی گئی۔ چنانچہ ایامِ حج میں رزق کی تلاش ناقابلِ مواخذہ ہے۔ یہ اجازت مقیم ومسافر سب کے لیے تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی واضح کر دیا گیا کہ اصل مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

مفتی محمد شفیع عثمانی اپنی تفسیر معارف القرآن میں آیت ہٰذا کی تشریح میں اس امر کی فقہی حیثیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اس آیت نے یہ واضح کر دیا کہ اگر کوئی شخص دوران حج میں کوئی بیع وشراء یا مزدوری کرے جس سے کچھ نفع ہو جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہاں کفار عرب نے جو حج کو تجارت کی منڈی اور نمائش گاہ بنالیا تھا اس کی اصلاح قرآن کے دو لفظوں سے کر دی گئی ایک تو یہ کہ جو کچھ کمائیں اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور عطا سمجھ کر حاصل کریں شکر گذار ہوں۔ محض سرمایہ سمیٹنا مقصد نہ ہو فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔(35)

نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ ربِ کائنات نے روئے زمین کو انسان کے لیے آراستہ کیا تو مذہبی اسفار کے دوران ضروریاتِ زندگی کا حصول بھی روا رکھا۔ مگر اس کی کچھ حدود وشرائط ہیں مثلاً عبادت کی اصل روح متاثر نہ ہو، یعنی عبادت کو ذریعہ معاش نہ بنالیا جائے۔ مذہبی اسفار سے ہمیشہ مذہبی جذبات وابستہ ہوتے ہیں۔ معاش کے لیے ان کے جذبات کو برانگیختہ نہ کیا جائے اور نہ ہی مذہبی تقدس کو بطور آلہ استعمال کیا جائے۔ دلائل سے واضح ہوا کہ مذہبی اسفار سے معاشی فوائد کا حصول جائز ہے مگر اس کی تحدید یہ ہے کہ مقصد محض دنیاوی مادی مقاصد کا حصول نہ رہ جائے اور یہ معاشی سرگرمیاں مذہبی سفر کے اصل مقصد وروح کو قطعاً متاثر نہ کریں۔ ٹورازم کا کاروبار اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ومباح ہے اگر اس کے ساتھ کوئی مفسدہ شامل نہ ہو۔

اسفار کی عمومی افادیت واہمیت

سفر کو معرفتِ الٰہی اور معرفتِ اسرارِ کائنات کا وسیلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ انسان اسفار کے ذریعے مالی فوائد کے حصول کے ساتھ ساتھ ان گنت علمی فوائد، تجربات اور عبرتیں حاصل کرتا ہے۔ عربی شاعر ابو العلاء المعری کہتا ہے

وَ قِيْلَ أَفَاد بالْأَسْفَارِ مَالاً　　　فَقُلْنَا هَلْ أَفَادَ بِهَا فُؤَادَا(36)

> "لوگوں نے بتایا کہ اس نے مختلف سفروں میں بہت سامال حاصل کیا ہے، تو ہم نے کہا، کیا اس نے ان سے کوئی دل بھی حاصل کیا ہے؟"

یعنی کہ مالی فوائد کے ساتھ ساتھ سفر کی دل کی تسکین اور روح کی راحت کا باعث بھی ہے اور زمانہ قدیم سے اس کی یہ افادیت تسلیم شدہ ہے۔ سفر انسان کو مختلف معاشروں، تہذیبوں اور ثقافتوں سے تعامل کا موقع فراہم کرتا ہے جس سے انسان سیکھتا ہے اور اس پر فہم وبوجھ کے نئے در وَا ہوتے ہیں۔

خلاصہ بحث و نتائج

دینِ اسلام تحرک و تسلسل کا حامی ہے۔ انسان ازمنہ قدیم سے سفر کرتا چلا آیا ہے لیکن اسلام نے اسے مذہبی معنویت عطا کی۔ اسلام نے متنوع مقاصد کے حصول کے لیے اسفار کی قرآن میں بارہا تاکید کی۔ قرآن متعدد مقامات پر "سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ" کا حکم دیتا ہے تاکہ انسان سفر کے ذریعے مذہبی، روحانی، معاشرتی، تمدنی اور معاشی مقاصد حاصل کر سکے۔ سفر کی اتنی اہمیت ہے کہ مسافر کے لیے خصوصی نصوص ملتی ہیں۔ متبرک مقامات کی طرف سفر کرنا خصوصاً مسلمانوں میں قلبی تسکین کا باعث رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے اسلام نے سفر کی مشروعیت پر بھی ابحاث پیش کیں۔ اسلام کا عظیم ترین مذہبی سفر "سفرِ حج" ہے، جسے تمام عبادات کا مجموعہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ سفر مسجدِ حرام کی جانب ہوتا ہے۔ اسلام میں تین مساجد مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ کو تمام مساجد میں بلند ترین مقام اور فضیلت حاصل ہے۔ ان مساجد کی جانب عبادت و کسبِ فیض کے لیے سفر کرنا باعثِ سعادت تسلیم کیا جاتا ہے۔ مذہبی اسفار اسلام میں حصولِ علم، قربِ الٰہی، قلبی تسکین، روحانی بالیدگی اور گناہوں سے پاکی کا وسیلہ متصور ہوتے ہیں۔ مگر نصوص سے ان کی معاشی افادیت کا جواز بھی ملتا ہے۔ یہ افادیت ظاہر کرتی ہے کہ سفر کو اسلام متعدد فوائد کے حصول منبع قرار دیتا ہے۔ مگر خاص تحدید کے ساتھ کہ دنیاوی و معاشی افادیت ہی مقصد نہ رہ جائے بلکہ اصل مقصد عبادت ہی ہو۔ اسفار معرفتِ الٰہیہ کا وسیلہ ہیں اور اسفار کو اسلام میں اسی لیے اہمیت دی گئی ہے کہ اس کی مذہبی معنویت کے ساتھ ساتھ معاشی، علمی و فنی، ثقافتی اور تمدنی افادیت بھی بہت کثیر ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] العنکبوت ۲۹:۲۰

[2] عبد الرحمن کیلانی، مولانا، تیسیر القرآن، (لاہور: مکتبہ الاسلام، ۱۴۳۲ھ)، ج۳، ص ۴۰۷

[3] الحج ۲۲:۴۲

[4] النمل ۲۷:۶۹

[5] الروم ۳۰:۴۲؛ الانعام ۶:۱۱؛ النحل ۱۶:۳۶؛ آل عمران ۳:۱۳۷

[6] الروم ۳۰:۹

[7] عبد الماجد دریا آبادی، مولانا، تفسیرِ ماجدی، (لاہور: پاک کمپنی پبلیشرز، س۔ن)، ج۱، ص ۷۹۳

8 السباء ۳۴:۱۸

9 قریش ۱۰۶:۱۔۴

10 ابن کثیر، أبو الفداء إسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، منشورات محمد علي بیضون – 1419ھ)، ج8، ص466

11 الزخرف-:۱۴-۱۳

12 سنن ابی داوٗد، کِتَاب الْجِهَادِ، باب مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا سَافَرَ، رقم الحدیث:۲۵۹۹

13 سنن ترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب مَا ذُكِرَ فِي دَعْوَةِ الْمُسَافِرِ، رقم الحدیث:۳۴۴۸

14 المائدہ ۵:۲۱

15 القصص ۲۸:۲۹۔۳۰

16 طہ ۹:۲۰۔۱۲

17 الاسریٰ ۱۷:۱

18 آل عمران ۳:۹۷

19 البقرہ ۲:۱۹۷۔۲۹۲

20 سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب مَا جَاءَ فِي أَيِّ الْمَسَاجِدِ أَفْضَلُ، رقم الحدیث:۳۲۶

21 جس کی تفصیل سابقہ سطور میں بیان کی گئی ہے۔

22 ال عمران ۳:۹۶

23 جلال الدین السیوطي، عبد الرحمن بن أبي بکر، الدر المنثور، (بیروت: دار الفکر، س۔ن)، ج۲، ص۲۶۶

24 مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کِتَاب الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاة، باب الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ، رقم الحدیث:۱۱۶۱

25 الاسراء ۱۷:۱

26 Exodus 3:8

27 صحیح مسلم، کِتَاب الْحَجّ، باب فَضْلِ الْمَدِينَةِ وَدُعَاءِ النَّبِيِّ۔۔۔، رقم الحدیث:۳۳۱۸

28 صحیح بخاری، کتاب فضل الصلاۃ، بَاب فَضْلِ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، رقم الحدیث:۱۱۹۰

29 البانی، ناصر الدین، سلسلۃ احادیث صحیحہ، المناقب والمثالب، رقم الحدیث:۳۵۰۹

30 المزمل ۷۳:۲۰

31 الجمعۃ ۶۲:۹۔۱۰

32 جلال الدین السیوطي، عبد الرحمن بن أبي بکر، الدر المنثور، (بیروت: دار،، س۔ن)، ج۸، ص۱۶۶

33 البقرہ ۲:۱۹۸

[34] ابن کثیر، أبو الفداء إسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)، (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1419ھ)، ج1، ص409۔؛ بخاری، کتاب البیوع، بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا، رقم الحدیث:2050۔

[35] شفیع عثمانی، مفتی محمد، معارف القرآن، لبقرہ ۲:۱۹۸ کے تحت۔

[36] المعری، ابو العلاء، قصیدہ تُفَدّيكَ النُّفوسُ ولا تَفادى، https://poetsgate.com/poem.php?pm=74913